

ابوالاعلیٰ

ابوالاعلیٰ

تَفْسِيرُ سُورَةِ

الْأَخْزَابِ

۳۳



ابو الأعلى

المطوي

تَفْسِيرُ سُورَةِ

الْأَنْكَرَابِ

٣٣



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْاَحْزَابُ

نام | آیت ۲۰ کے فقرہ یَحْسِبُونَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوا سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول | اس سورۃ کے مضامین تین اہم واقعات سے بحث کرتے ہیں۔ ایک، غزوہٴ احزاب جو شوال ۳ھ میں پیش آیا۔ دوسرے، غزوہٴ بنی قریظہ جو ذی القعدہ ۳ھ میں پیش آیا۔ تیسرے حضرت زینبہؓ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جو اسی سال ماہ ذی القعدہ میں ہوا۔ ان تاریخی واقعات سے سورۃ کا زمانہ نزول ٹھیک متعین ہو جاتا ہے۔

تاریخی پس منظر | جنگِ اُحد شوال ۳ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیے ہوئے تیر اندازوں کی غلطی سے لشکرِ اسلام کو جو شکست نصیب ہو گئی تھی اُس کی وجہ سے مشرکینِ عرب، یہود اور منافقین کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور انہیں اُمید بند ہو چکی تھی کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان بڑھتے ہوئے حوصلوں کا اندازہ اُن واقعات سے ہو سکتا ہے جو اُحد کے بعد پہلے ہی سال میں پیش آئے۔ جنگِ اُحد پر دو مہینوں سے زیادہ نہ گزے تھے کہ نجد کے قبیلہ بنی اُسد نے مدینہ طیبہ پر چھاپا مارنے کی تیاریاں کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی روک تھام کے لیے سرِ تیز ابو سلمہؓ بھیجا پڑا۔ پھر صفر ۳ھ میں قبائلِ غُضَل اور قارہ نے حضورؐ سے چند آدمی مانگے تاکہ وہ اُن کے علاقے میں جا کر لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم دیں۔ حضورؐ نے چھ اصحاب کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مگر رَجِیعِ رَجَدہ اور رابیع کے درمیان پہنچ کر وہ لوگ قبیلہٴ مُضَدِل کے کفار کو ان بے بس مبتغین پر چڑھا لاتے، ان میں سے چار کو قتل کر دیا، اور دو صاحبوں (حضرت غُثَیْب بن عَدِی اور حضرت زید بن الدُّثَنہ) کو لے جا کر مکہ معظمہ میں دشمنوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پھر اسی ماہ صفر میں بنی عامر کے ایک سردار کی درخواست پر حضورؐ نے ایک اور تبلیغی وفد، جو چالیس (یا بقول بعض ۷۰) انصاری نوجوانوں پر مشتمل تھا، نجد کی طرف روانہ کیا۔ مگر ان کے ساتھ بھی غداروں کی گئی اور بنی سلیم کے قبائلِ غُضَیْہ اور رُحَیْل اور ذُکُو ان نے پُشمرغونہ کے مقام پر اچانک زحف کر کے ان سب کو قتل کر دیا۔ اسی دوران میں مدینے کا یہودی قبیلہ بنی النضیر ولیر سوکر مسلسل بد عہدیاں کرتا رہا، یہاں تک کہ ربیع الاول ۳ھ میں اُس نے خود نبی ﷺ کے اصحاب میں سرِ تیز اس فوجی ہم کو کہتے ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوتے تھے۔ اور غزوہٴ اُس جنگ یا ہُم کو

کہا جاتا ہے جس میں حضورؐ خود قیادت فرماتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش تک کر ڈالی۔ پھر حمادی الاولیٰ ۳۵ھ میں بنی غطفان کے دو قبیلوں، بنو ثعلبہ اور بنو مخزوم نے مدینہ پر حملے کی تیاریاں کیں اور حضور کو خود ان کی روک تھام کے لیے جانا پڑا۔ اس طرح جنگ اُحد کی شکست سے جو ہوا اکھڑی تھی وہ مسلسل سات آٹھ مہینے تک اپنا رنگ دکھاتی رہی۔

لیکن وہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غم و اندر اور صحابہ کرام کا جذبہ فداکاری تھا جس نے تھوڑی مدت کے اندر ہی حالات کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ عربوں کے معاشی مقاطعہ نے اہل مدینہ کے لیے دنیا دشوار کر رکھا تھا۔ گرد و پیش کے تمام مشرک قبائل چیرہ دست ہو رہے تھے۔ خود مدینے کے اندر یہود اور منافقین مارا آستین بنے ہوئے تھے۔ مگر ان مٹھی بھر مومنین صادقین نے رسول خدا کی قیادت میں پے در پے ایسے اقدامات کیے جن سے عرب میں اسلام کا رعب صرف بحال ہی نہیں ہو گیا، بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔

جنگِ احزاب سے پہلے کے غزوات | ان میں سے اولین اقدام وہ تھا جو جنگِ اُحد کے فوراً ہی بعد کیا گیا۔ جنگ کے ٹھیک دوسرے روز جبکہ ہجرت مسلمان زخمی تھے اور بہت سے گھروں میں عزیز ترین اقارب کی شہادت پر کھرام برپا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی اور حضرت حمزہ کی شہادت پر دلغہ کرتے، حضور نے اسلام کے فدا میوں کو پکارا کہ لشکرِ کفار کے تعاقب میں چلنا ہے تاکہ وہ کہیں راستے سے ہٹ کر پھر مدینے پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ حضور کا یہ اندازہ بالکل صحیح تھا کہ کفار قریش ہاتھ آئی ہوئی فتح کا کوئی فائدہ اٹھاتے بغیر واپس تو چلے گئے ہیں، لیکن وہ راستے میں جب کسی جگہ جا کر ٹھہریں گے تو اپنی اس حماقت پر نادم ہوں گے اور دوبارہ مدینے پر چڑھ آئیں گے۔ اس بنا پر آپ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ کیا اور فرداً ۶۳۰ جاں نثار آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ مکہ کے راستے میں جب خمراد الاسد پہنچ کر آپ نے تین روز تک پڑاؤ کیا تو ایک ہمدرد غیر مسلم کے ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ ابوسفیان اپنے ۲۹۷۸ آدمیوں کے ساتھ مدینے سے ۳۶ میل دور اڑوحاء کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا اور یہ لوگ فی الواقع اپنی غلطی کو محسوس کر کے پھر ہٹ آنا چاہتے تھے، لیکن یہ سن کر ان کی سمبت ٹوٹ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر لیے ہوئے ان کے تعاقب میں چلے آرہے ہیں۔ اس کارروائی کا صرف یہی فائدہ نہیں ہوا کہ قریش کے بڑے ہوتے حوصلے پست ہو گئے، بلکہ گرد و پیش کے دشمنوں کو بھی یہ معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی قیادت ایک انتہائی بیدار مغز اور اولوالعزم ہستی کر رہی ہے اور مسلمان اس کے اشارے پر کٹ مرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، صفحات ۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱۔

پھر جونہی کہ نبی اسد نے مدینے پر چھاپہ مارنے کی تیاریاں شروع کیں، حضور کے مخبروں نے بروقت آپ کو ان کے ارادوں سے باخبر کر دیا۔ قبل اس کے کہ وہ ٹپھڑھڑا تے، آپ نے حضرت ابوسلمہ راحم المومنین حضرت ام سلمہ کے پیچھے شہرہ کی

قیادت میں ڈیڑھ سو آدمیوں کا ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لیے بھیج دیا۔ یہ فوج اچانک ان کے سر پر پہنچ گئی۔ بدحواسی کے عالم میں وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ان کا سارا مال اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔

اس کے بعد نبی التفسیر کی باری آتی جس روز انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی اور اس کا راز فاش ہوا اسی روز آپ نے ان کو نوٹس دے دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد تم میں سے جو یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ منافقین مدینہ کے سردار عبداللہ بن ابی نے ان کو ٹری دی کہ ڈٹ جاؤ اور مدینہ چھوڑنے سے انکار کرو، میں دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔ بنی قریظہ تمہاری مدد کریں گے، اور نجد سے بنی غطفان بھی تمہاری مدد کے لیے آئیں گے۔ ان باتوں میں اگر انہوں نے حضور کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنا علاقہ نہیں چھوڑیں گے، آپ جو کچھ ہو سکے کر لیجیے حضور نے نوٹس کی میعاد ختم ہوتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے حامیوں میں سے کسی کی یہ تہمت نہ پڑی کہ مدد کو آتا۔ آخر کار انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ ان میں سے ہر تین آدمی ایک اونٹ پر جو کچھ لا کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں گے اور باقی سب کچھ مدینہ ہی میں چھوڑ جائیں گے۔ اس طرح مضافات مدینہ کا وہ پورا حملہ جس میں بنی تفسیر رہتے تھے، ان کے باغات اور گڑھیوں اور سردو سامان سمیت مسلمانوں کے ہاتھ آگیا اور اس بدعہد قبیلے کے لوگ خیبر، وادی القریٰ اور شام میں تشریف بٹھ گئے۔

پھر آپ نے بنی غطفان کی طرف توجہ کی جو مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے پرتول رہے تھے۔ آپ چار سو کا لشکر لے نکلے اور ذات الرقاع کے مقام پر ان کو جالیا۔ اس اچانک حملے نے ان کے حواس باختہ کر دیئے اور کسی جنگ کے بغیر وہ اپنے گھربار اور مال اسباب چھوڑ کر پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد شعبان ۳ھ میں آپ ابوسفیان کے اُس چیلنج کا جواب دینے کے لیے نکلے جو اس نے اُحد سے پٹتے ہوئے دیا تھا۔ خاتمہ جنگ پر اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف رُخ کر کے اعلان کیا تھا کہ ان موعدا کو بددلل عام المقبل (آئندہ سال بدر کے مقام پر ہمارا تہارا پھر مقابلہ ہوگا)، اور حضور نے جواب میں ایک صحابی کے ذریعہ سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ نعم، ہی بینا و بینک موعدا (ٹھیک ہے، یہ بات ہمارے اور تیرے درمیان طے ہو گئی)، اس قرارداد کے مطابق طے شدہ وقت پر آپ ۵۱ سو صحابیوں کو لے کر بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ اُدھر سے ابوسفیان دو ہزار کا لشکر لے کر چلا مگر مگر الظہران (موجودہ وادی فاطمہ) سے آگے بڑھنے کی تہمت نہ کر سکا۔ حضور نے بدر میں آٹھ دن اس کا انتظار کیا اور اس دوران میں مسلمان تجارت کر کے ایک درہم کے دو درہم کاتے رہے۔ اس واقعہ سے وہ دھاک جو اُحد میں اکٹھری تھی پہلے سے بھی زیادہ جم گئی۔ اس نے پورے عرب پر یہ بات کھول دی کہ اب تنہا قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۳۰۴)۔

[illegible]

اس دھاک میں ایک اور واقعہ نے مزید اضافہ کیا۔ عرب اور شام کی سرحد پر دو متہ الجندل موجودہ الجوف، ایک اہم مقام تھا جہاں سے عراق اور مصر و شام کے درمیان عرب کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس مقام کے لوگ قافلوں کو تنگ کرتے اور اکثر لوٹ لیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول ۳ھ میں ایک ہزار کا لشکر لیکر ان کی تادیب کے لیے خود تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے مقابلے کی بہت نہ کر سکے اور بستی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس سے پورے شمالی عرب پر اسلام کی ہیبت بیٹھ گئی اور قبائل نے یہ سمجھ لیا کہ مدینے میں جو زبردست طاقت پیدا ہوئی ہے اس کا مقابلہ اب ایک دو قبیلوں کے بس کا کام نہیں ہے۔

غزوہ احزاب | یہ حالات تھے جن میں غزوہ احزاب پیش آیا۔ یہ غزوہ دراصل عرب کے بہت سے قبائل کا ایک مشترک حملہ تھا جو مدینے کی اس طاقت کو کھل دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس کی تحریک بنی النضیر کے اُن لیڈروں نے کی تھی جو مدینے سے جلا وطن ہو کر غیر میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہوں نے دورہ کر کے قریش اور غطفان اور مذہیل اور دوسرے بہت سے قبائل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مدینے پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے شوال ۳ھ میں قبائل عرب کی اتنی بڑی جمعیت اس چھوٹی سی بستی پر حملہ آور ہو گئی جو اس سے پہلے عرب میں کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ اس میں شمال کی طرف سے بنی النضیر اور بنی قینقاع کے وہ یہودی آئے جو مدینے سے جلا وطن ہو کر خیبر اور وادی القریٰ میں آباد ہوئے تھے۔ مشرق کی طرف سے غطفان کے قبائل دبنو، نسیم، فزarah، اُمّہ، اشجع، سعد اور اسد وغیرہ، نے پیش قدمی کی۔ اور جنوب کی طرف سے قریش اپنے حلیفوں کی ایک بھاری جمعیت لے کر آگے بڑھے۔ مجموعی طور پر ان کی تعداد دس بارہ ہزار تھی۔

یہ حملہ اگرچہ ایک ہوتا تو سخت تباہ کن ہوتا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں بے خبر بیٹھے ہوئے نہ تھے بلکہ آپ کے خبر رساں اور تحریک اسلامی کے ہمدرد اور متاثرین جو تمام قبائل میں موجود تھے، آپ کو دشمنوں کی نقل و حرکت سے برابر مطلع کرتے رہتے تھے۔ قبل اس کے کہ یہ حجم بغیر آپ کے شہر پر پہنچتا، آپ نے چھ دن کے اندر مدینہ کے شمال مغربی رخ پر ایک خندق کھدوا لی اور کوہ سلع کو پشت پر لیکر تین ہزار فوج کے ساتھ خندق کی پناہ میں مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ مدینہ کے جنوب میں باغات اس کثرت سے تھے دامد اب بھی ہیں، کہ اس جانب سے کوئی حملہ اس پر نہ ہو سکتا تھا۔ مشرق میں حرات (لاٹ) کی چٹانیں، ہیں جن پر سے کوئی اجتماعی فوج کشتی آسانی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ یہی کیفیت مغربی جنوبی گوشے کی بھی ہے۔ اس لیے حملہ صرف اُحد کے مشرقی اور مغربی گوشوں سے ہو سکتا تھا اور اسی جانب حضورؐ نے خندق کھدوا کر شہر کو محفوظ کر لیا تھا۔

یہ قوم پرست جمہوں کے مقابلے میں ایک نظریاتی تحریک کی فوقیت کا ایک اہم سبب ہوتا ہے۔ قوم پرست تھے صوت اپنی قوم کے افراد کی تائید کرتے تھے۔ انصار کہتے ہیں لیکن ایک اصولی نظریاتی تحریک اپنی دعوت ہر جگہ میں بڑھتی ہے اور حودان جموں کے اندر سے اپنے مافی الحال لاتی ہے۔